العرفان

Open Access

Al-Irfan(*Research Journal of Islamic Studies*)

Published by: *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
Minhaj University Lahore

ISSN: *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

Volume 08, Issue 15, January-June2023,

Email: alirfan@mul.edu.pk

اِختلافِ مراجعِ ضمائر اور قرآنی اُصولِ یُسر

(مفسرین کی آراء کا ناقدانہ جائزہ)

Difference in the Sources of Pronouns and the Quranic Principle of Easement(A critical review of Exegetes opinions)

MUHAMMAD FAROOQ RANA

PhD Scholar,Department of Islamic Studies,The University Of Lahore,Lahore

farooqrana@gmail.com

Dr. ALI AKBAR AL-AZHARI

Associate Prof. Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

drazhari@gmail.com

ABSTRACT

It is impossible to receive guidance from the Holy Quran unless it is properly understood by its reader with the feeling that the Quran is descending upon his heart and soul. Notably, the Holy Quran cannot be understood without its interpretation and exposition. It is a common practice among linguists to use pronouns to create collaboration and correspondence among words and sentences. Pronouns are the substitutions of the original words and are used to avoid repetitions and make the statement more beautiful and eye-catching. The style of expression the holy Quran is so simple that the pronouns, similes, examples, metaphors, and reasoning present in it, offered no difficulty even to its initial addressees who were quite illiterate people. The Holy Quran is the eternal code of conduct for the people. Everyone can seek guidance for every walk of life from it and this is the miracle of the holy Quran the any Muslim can memorize it with a little effort, whether he is an Arab or non-Arab. This is so because there is no ambiguity or complexity in it. This paper presents an analytical study of the pronouns to reinforce the Quranic princples of the easement.

Keywords:

The Holy Quran, Translation, Pronouns, Interpretation and exposition, Substitutions of the original words, Analogies, Miracle.

ابتدائیہ

ربِ کریم کا اپنے بندوں پر یہ بہت بڑا فضل ہے کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتابِ الٰہی کو فہم کے لئے سہل بنادیا ہے۔ قرآن فہمی کی بنیاد اُصولِ یُسر پر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾(1)

اور بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

مذکورہ آیتِ کریمہ سورۃ القمر میں بار بار آئی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ائمہ تفسیر نے تفصیلی بحث کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کا انداز و اسلوب سادہ، آسان، عام فہم اور نہایت سہل ہے۔ اس میں بیان کردہ تمثیلات اور براہین ودلائل سمجھنے کے لیے اس قدر آسان ہیں کہ اس کے اولین مخاطب (جو کہ پڑھے لکھے اور عالم فاضل نہیں تھے بلکہ اُمی تھے انہیں) بھی اسے سمجھنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ قرآن کریم انسانوں کی راہنمائی کے لیے ابدی دستور ہے۔ ہر شخص اس سے عملی زندگی کے لئے ہدایت اور راہنمائی لے سکتا ہے۔ یہ قرآن کریم کا اِعجاز ہے کہ اسے ہر مسلمان آسانی سے حفظ کر سکتا ہے خواہ عربی ہو یا عجمی۔ اس لئے کہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں۔

تفہیم قرآن میں اختلاف مراجع ضمائر کا کردار

عربی زبان وادب میں عبارت کے درمیان ربط کے لیے اہل زبان ضمائر کا استعمال کرتے ہیں۔ ائمہ لغت نے ضمیر ظاہری کو لفظ کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ اس کا فائدہ لفظ کے تکرار سے بچنا ہوتا ہے یوں جملے سے جملہ مربوط ہوتا چلا جاتا ہے اور کلام کے درمیان خوبصورت نظم وربط بھی برقرار رہتا ہے۔ قرآن کریم کا نزول لغت عربی میں ہوا ہے، لہذا اس میں ضمائر کا استعمال بھی عربی لغت کے قواعد کے مطابق ہوا ہے جس کی واقفیت سے منشاء کلام کی صحیح تفہیم ہوتی ہے۔ گویا ان ضمائر کا استعمال قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کو سمجھنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

---

(1) القمر،17/54.

اختلاف مراجع ضمائر کے معانی کے تعین میں بھی مفسرین اور مترجمین کے ہاں سہولت ہی پیش نظر رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر کسی نے اپنے زمانے ماحول اور قواعد کے مطابق جسے آسان جانا اسے بیان کر دیا۔ اس کا بنیادی مقصد قرآن کا درست فہم حاصل کرنا تھا۔ فہمِ قرآن میں مرجع ضمائر کے تعیّن کی اہمیت علامہ زرکشی کے درج ذیل قول سے واضح ہوتی ہے:

مِنْهَا وَهُوَ أَصْلُ وَضْعِهَا لِلِاخْتِصَارِ وَلِهَذَا قَامَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيماً﴾ (1) مقام خمسة وعشرين لَوْ أَتَى بِهَا مُظْهَرَةً. وَكَذَا قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ (2) نَقَلَ ابْنُ عَطِيَّةَ عَنْ مَكِّيٍّ أَنَّهُ لَيْسَ فِي كتاب آيَةٌ اشْتَمَلَتْ عَلَى ضَمَائِرَ أَكْثَرَ مِنْهَا وَهِيَ مُشْتَمِلَةٌ عَلَى خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ ضَمِيراً. (3)

ضمیر کو دراصل اختصار کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارشاد باری تعالی: أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيْماً پچیس کلمات کے قائمقام ہے یعنی اگر ہر لفظ کو ظاہر کر دیا جاتا تو اس جملہ میں پچیس کلمات زائد ہوتے۔ پھر اسی طرح ارشاد باری تعالی: وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن کے بارے میں ابن عطیہ نے امام مکی سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت ایسی نہیں ہے جو اس سے زیادہ ضمیروں پر مشتمل ہو کیونکہ اس میں پچیس ضمیریں ہیں۔

قرآن مجید کے سہل اور آسان ہونے کے حوالے سے مفسرین کی آراء

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں نامور ائمہ تفسیر کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(1) امام طبری (المتوفی: 310ھ) کا شمار صف اول کے مفسرین کرام میں ہوتا ہے۔ انہوں نے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

---

(1) الأحزاب، 35/33.

(2) النور، 31/24.

(3) الزركشي، أبو عبد الله بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر، (1957م)، البرهان في علوم القرآن، بيروت، لبنان، دار المعرفة. ج4، ص24

وَقَوْلُهُ: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾ [القمر: 17] يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ: وَلَقَدْ سَهَّلْنَا الْقُرْآنَ، بَيَّنَّاهُ وَفَصَّلْنَاهُ لِلذِّكْرِ، لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَذَكَّرَ وَيَعْتَبِرَ وَيَتَّعِظَ، وَهَوَّنَّاهُ.(1)

"ارشاد باری تعالی:﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾اللہ تعالی نے اپناذکر فرمایا: ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے سہل بنایاہے اور اسے کھول کر واضح کر دیاہے، ہر اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرے اور ہم نے اسے سمجھنے اور غور وفکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔"

امام طبری نے اسی مقام پر اسی طرح کے معانی حضرت مجاہد، ابن زید، قتادہ جیسے اکابر تابعین سے روایت کئے ہیں۔

(2)مذکورہ آیتِ کریمہ کی تفسیر میں امام بغوی(المتوفی:516ھ)نے بیان کیاہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا﴾، سَهَّلْنَا ، الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ، لِيُتَذَكَّرَ وَيُعْتَبَرَ بِهِ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا کا مطلب ہے ہم ن ے قرآن کو نصیحت حاصل کرن ے ک ے لئ ے س ہ ل بنایاہے تاک ہ اس س ے نصیحت حاصل کی جائ ے۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: اس کا مطلب ہے ہم نے اسے یاد کرنے اور قراءۃ کے لیے آسان کر دیا ہے۔ قرآن کے سوااللہ تعالی کی کوئی اور کتاب ایسی نہیں جسے مکمل طور پر پڑھا جاتا ہو(2)۔

(3)امام قرطبیؒ:(المتوفی:671ھ)نے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھاہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾کا معنی ہے ہم نے اسے سہل کر دیاہے۔ جس شخص نے بھی اسے حفظ کرنے کا ارادہ کیاہم نے اسے یاد کرنے کے لئے تیار کیا۔ یا یہ ماخوذ ہے يَسَّرَ نَاقَتَهُ لِلسَّفَرِ سے، جب وہ سفر کرے اور اپنا گھوڑا جنگ کے لئے تیار کرے، جب وہ اس پر زین ڈالے اور اسے لگام پہنائے، کہا: وَقُمْتُ إِلَيْهِ بِاللِّجَامِ مُيَسِّرًا. میں اس کی طرف لگام کے ساتھ اٹھا اس کو تیار کرتے ہوئے۔

"حضرت سعید بن جبیر ؒ نے کہا: قرآن کے سوااللہ تعالی کی کتابوں میں سے کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جس کو مکمل پڑھا جاتا ہو۔ دوسرے علماء نے کہا: یہ بنی اسرائیل کے لئے نہیں ہے۔ وہ تورات کو صرف دیکھ کر پڑھا کرتے تھے

(1)الطبری، أبو جعفر محمد بن جرير، (405 ھ)، جامع البيان فی تفسير القرآن، بيروت، لبنان، دار الفكر. ج27، ص96
(2)البغوی، أبو محمد حسين بن مسعود، (١٤٠٧ھ)، معالم التنزيل، بيروت، لبنان، دار المعرفة. ج4، ص261

سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے۔اس وجہ سے بنی اسرائیل حضرت عزیر علیہ السلام کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوئے۔جب تورات کے جل جانے کے بعد انہوں نے حافظہ سے کتاب لکھی تھی۔(امام قرطبیؒ فرماتے ہیں)اس کا تفصیلی بیان سورۃ براۃ میں ہو چکا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اس کتاب (قرآن کریم) کو یاد کرنا آسان کر دیا تاکہ وہ اس کو یاد کر سکیں۔اس کو یاد کرنے سے یہاں یہ مراد ہے کہ قرآن کریم ان کی سیرت و کردار میں سرایت کر جائے اور ان کی شخصیت کا حصہ بن جائے۔"(1)

(4) اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر (المتوفی: 774ھ) لکھتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾ کا معنی ہے ہم نے قرآن کے الفاظ کو پڑھنے کے لیے آسان اور معنی کو سمجھنے کے لیے سہل بنایا ہے۔اس کے لیے جو قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا چاہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔جس طرح فرمایا: كِتابٌ أَنْزَلْناهُ إِلَيْكَ مُبارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آياتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبابِ[ص:29]،اور فرمایا: فَإِنَّما يَسَّرْناهُ بِلِسانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْماً لُدًّا [مَرْيَمَ: 97].

"حضرت مجاہدؒ اس کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں: ہم نے اس کی قراءت کو آسان بنایا ہے۔امام ضحاکؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اگر اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی زبانوں پر آسان نہ بناتا تو کوئی بھی کلام الہٰی کو نہ پڑھ سکتا۔(علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ان آسانیوں میں سے ایک آسانی تو وہ ہے جس کا بیان اس سے پہلے حدیث میں ہو چکا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اس قرآن کا نزول سات حروف پر کیا گیا ہے۔"(2)

(5) تفسیر السعدی میں امام عبدالرحمن السعدی (المتوفی: 1376ھ) نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ کا معنی ہے بے شک ہم نے قرآن کریم کو بغرضِ حفظ و تلاوت آسان کر دیا ہے۔اور اس کے معانی کو فہم اور علم کے لیے سہل بنا دیا ہے۔قرآن مجید باعتبار لفظ سب سے خوبصورت کلام ہے اور باعتبار معنی سب سے سچی کتاب ہے۔

---

(1) القرطبی، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن محمد، (دون السنة)، الجامع لأحكام القرآن، بيروت، لبنان، دار إحياء التراث العربي. ج17، ص134

(2) ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير، (١٤٠١هـ)، تفسير القرآن العظيم، بيروت، لبنان، دار الفكر. ج4، ص265

’’میں اس کی مزید وضاحت کرتا ہوں، لہذا جو بھی خوشی کے ساتھ اس سے تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالی سہولت کے مقصد کے لئے اسے آسان فرما دیتا ہے۔اس ذکر میں حلال و حرام، اوامر و نواہی، جزا و سزا اور وعظ و عبرت کے احکام، مفید عقائد اور سچی خبریں سب کچھ شامل ہیں۔اسی وجہ سے قرآن مجید کا علم یاد رکھنے اور سمجھنے میں سب سے زیادہ آسان ہے۔اسی لئے علی الاطلاق یہ وہ علم نافع ہے کہ جب بندہ اسے طلب کرتا ہے تو اس کی مدد کی جاتی ہے۔بعض اسلاف نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کوئی علم کا طلب گار ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔؟‘‘(1)

(6) علامہ ابن عاشور (المتوفی: 1393ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَأَنَّ اللَّهَ يَسَّرَهُ وَسَهَّلَهُ لِتَذَكُّرِ الْخَلْقِ بِمَا يَحْتَاجُونَهُ مِنَ التَّذْكِيرِ مِمَّا هُوَ هُدًى وَإِرْشَادٌ.(2)

’’ بے شک اللہ تعالی نے قرآن مجید کو مخلوق کی ضرورت کے مطابق نصیحت کے حصول کے لئے آسان بنایا ہے جو کہ ہدایت اور راہنمائی کی صورت میں ہے۔‘‘

وہ مزید لکھتے ہیں:

’’یسر کا معنی سہولت ہے جس سے مطلوب کے حصول میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔جب قرآن کریم کلام الہی ہے تو اس کا معنی وہ سہولت ہوگی جس سے کلام کی مراد پوری ہوتی ہو اور وہ سننے والے کا معانی کا وہ فہم ہے جو متکلم بغیر کسی مشقت کے سامع سے چاہتا ہے۔جیسے کہا جاتا ہے: یدْخُل لِلْاُذُنِ بِلَااِذْنٍ۔یعنی جو کانوں میں بغیر تردد کے داخل ہو جاتے ہیں۔یہ سہولت الفاظ و معانی ہر دو اعتبار سے ہے۔الفاظ کا یُسر یہ ہے کہ یہ فصاحت کے اعلی درجات کے حامل ہیں۔تراکیبِ کلمات میں بھی فصاحت کا اعلی اسلوب موجود ہے۔الغرض! ایک فصیح کلام کی تمام تر خوبیوں سے آراستہ عبارت ہے جو سامع کو بلا تردد و تکلف بہ آسانی زبانوں پر چڑھ جاتی ہے۔‘‘(3)

(7) سعودی عرب کے علماء تفسیر نے 1430ھ میں ایک مفید اور مختصر تفسیر لکھی ہے۔اس میں ہے:

---

(1)السعدي، عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله (2000م)، تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان (تفسير السعدي)، بيروت، مؤسسة الرسالة. ص:824

(2)ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر بن عاشور، (1984م)، التحرير والتنوير، الدار التونسية للنشر، تونس. ج27، ص188

(3)نفس المرجع

ولقد سَهَّلْنا لفظ القرآن للتلاوة والحفظ، ومعانيه للفهم والتدبر، لمن أراد أن يتذكر ويعتبر، فهل من متعظ به؟(1)

”بے شک ہم نے قرآن مجید کو تلاوت کے لیےاور حفظ کی غرض کے واسطے آسان کر دیا ہے۔ نیز فہم وتدبر کے لیے اس کے معانی کو سہل بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو بھی اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پس کوئی شخص اس سے وعظ و نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟“

(8) شیخ الازہر علامہ طنطاوی(المتوفی: 1431ھ)) کا شمار عالم اسلام کے بڑے پائے کے اہل علم میں ہوتا ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی ایک عمدہ تفسیر بھی لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت مسلمہ پر اپنے فضل و کرم اور رحمت کو بیان کیا اس طرح کہ اپنی کتاب کو ان کے لیے حفظ اور فہم میں سہل بنایا۔

یوں کہ ہم نے اسے الفاظ کے اعتبار سے فصیح بنایا۔ ترکیب میں نہایت بلیغ بنایا۔ معانی کے اعتبار سے بہت واضح بنایا۔ جو کوئی اس کے حفظ کا ارادہ کرے اس کے لیے سہل کر دیا۔ تو ہے کوئی جو اس کے قصص سے، اس کے وعدہ وعیدوں سے اور اس کے اوامر ونواہی سے عبرت و نصیحت پکڑے؟“(2)

عربی تفاسیر میں اجل مفسرین نے قرآن کے سہل ہونے کو اپنے اپنے انداز واسلوب میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین ومترجمین نے اسی اصول یسر کو سامنے رکھتے ہوئے تفسیری نکات کے اخذ کرنے اور ترجمہ کرنے میں سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ اختلاف مراجع ضمائر کے معانی میں بھی سہولت ہی پیش نظر رہی یہ الگ بات ہے کہ ہر کسی نے اپنے زمانے ماحول اور قواعد کے مطابق جسے آسان جانا اسے بیان کر دیا۔

اردو تفاسیر میں بھی مفسرین نے بنیادی مآخذ تفاسیر کی روشنی میں مذکورہ آیت کریمہ ”وَلَقَدْ يَسَّرْنَا القرآن لِلذِّكْرِ“ سے اصول یسر کے تحت آسانی کی تفسیر کی ہے۔

---

(1)نخبة من أساتذة التفسير، التفسير الميسر، وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف – المملكة العربية السعودية، 1430هـ - 2009 م، ص: 529.

(2)طنطاوي، محمد سيد، (1989م)، التفسير الوسيط للقرآن الكريم، دار نهضة مصر للطباعة والنشر والتوزيع، الفجالة، القاهرة. ج14، ص106

(9) عربی لغت میں ذکر کے معانی یاد کرنا اور حفظ کرنا بھی ہیں۔ اسی طرح کسی کلام سے عبرت پکڑنا بھی ذکر کے معانی ہیں۔ یہاں پر یہ دونوں معنی ممکن ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو از بر کرنے کے لیے آسان کر دیا، سابقہ آسامانی کتب جیسے تورات، انجیل یا زبور میں سے کوئی بھی کتاب لوگوں کو قرآن کریم کی طرح از بر نہیں ہوتی تھی۔ قرآن کریم کے بارے میں یہ اللہ تعالی کی طرف سے تیسیر اور آسانی کا خاص اثر ہے کہ امت مسلمہ کے کم سن بچے بھی پورے قرآن کو یاد کر لیتے ہیں۔ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک ہر دور میں' دنیا کے ہر خطے میں ہزاروں لاکھوں حافظوں نے اپنے سینوں میں اللہ کی کتاب کو محفوظ کیا ہے۔ دوسرے معنی کے مطابق قرآن کریم کے مضامین عبرت و نصیحت اس طرح آسان فہم ہیں کہ ایک عام مسلمان بھی اس سے نصیحت پکڑ سکتا ہے۔ محض نصیحت کے لئے بہت زیادہ علم و فن میں مہارت یا فلسفہ و حکمت میں طاق ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں معروف دیوبندی عالمِ دین مفتی محمد شفیعؒ کی تفسیر اسی مفہوم پر مشتمل ہے۔ (1)

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم بنیادی طور پر حفظ کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کیلئے سمجھنے کے لیے آسان ہے۔ البتہ اجتہاد و استنباط احکام کیلئے متعلقہ علم و فن کا ماہر ہونا لازمی امر ہے۔ مفتی شفیع صاحب کی رائے میں اس آیت میں یسرنا کے ساتھ للذکر کی قید دراصل ہر عالم و جاہل، چھوٹے اور بڑے کے لیے یکساں طور پر قرآن کو حفظ کرنے اور اس کے مضامین سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی حد تک آسان کر دینے کا بتانا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ”اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کریم سے مسائل اور احکام کا استنباط بھی ایسا ہی آسان ہو، وہ اپنی جگہ ایک مستقل اور مشکل فن ہے جس میں عمریں صرف کرنے والے علماء راسخین کو ہی حصہ ملتا ہے ہر ایک کا وہ میدان نہیں۔“(2)

مذکورہ تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ جو بعض لوگ قرآن کریم کے مکمل علم حاصل کئے اور اصول و قواعد جانے بغیر اپنی رائے سے احکام و مسائل کا استخراج کر کے مجتہد بننا چاہتے ہیں۔ ایسا کرنا کھلی گمراہی کا راستہ ہے۔

(10) مولانا مودودی کے نزدیک یسر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں وہ کہتے ہیں:

> فہم قرآن اور تفسیر قرآن کے لیے علم کو غیر ضروری قرار دینا یا لغت عربی کی واقفیت کو در خواعتنانہ سمجھنا یہ بعض لوگوں کی کج فہمی اور ذہنی اختراع ہے۔ اسی طرح احکام و مسائل کے استنباط کے لئے حدیث فقہ سے بے نیازی ہر

---

(1) مفتی، محمد شفیع، (2006م)، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی. ج4، ص230

(2) محمد شفیع، معارف القرآن، ج4، ص230

گریز یسر ناکا تقاضا نہیں ہے۔ مولانا مودودی کے مطابق جس سیاق وسباق میں یہ الفاظ آئے ہیں اس کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد کا مدعا لوگوں کو یہ سمجھانا ہے کہ نصیحت کا ایک ذریعہ تو وہ عبرتناک عذاب ہیں جو سرکش قوموں پر نازل ہوئے اور دوسرا ذریعہ ہے یہ قرآن جو دلائل اور وعظ و تلقین سے تم کو سیدھا راستہ بتا رہا ہے۔ اس ذریعہ کے مقابلے میں نصیحت کا یہ ذریعہ زیادہ آسان ہے پھر کیوں تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور عذاب ہی دیکھنے پر اصرار کیے جاتے ہو؟(1)۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اُس نے اپنے نبی کے واسطے یہ کتاب نازل کر کے ہمیں فلاح و کامیابی کی ہدایت عطا فرمائی اور تباہی و بربادی سے خبردار کر کے گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچالیا ہے۔ اب یہ بڑی نادانی کی بات ہوگی کہ ہم آسانی سے گمراہی کی طرف سفر کریں اور ہلاکت کے گڑھے میں جا گریں۔

(11) اس آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی منفرد انداز میں اس ذہنیت کا رد کیا ہے جو یہ سمجھتی ہے کہ فہم قرآن کے لیے کسی تدبر و تفکر یا علم کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے نزدیک تیسیر کا اجمال اس طرح ہے:(2)

قرآن کی سہل ہونے سے مراد تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا ہے۔ ایک ہی دفعہ مکمل قرآن کا نزول تیسیر کے منافی ہے جیسا کہ کفار و مشرکین کا بھی مطالبہ تھا۔ مولانا اصلاحی کا استدلال یہ آیت کریمہ ہے۔ وَقُرۡءَانٗا فَرَقۡنَٰهُ لِتَقۡرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكۡثٖ وَنَزَّلۡنَٰهُ تَنزِيلٗا (بنی اسرائیل:106)۔

مولانا اصلاحی کی رائے میں قرآن کریم کا مختصر فقروں، جملوں اور سورتوں میں نازل ہونا تیسیر ہے تاکہ اس کا ابلاغ آسان ہو۔ انہوں اس بات کا استدلال اس آیت کریمہ سے کیا ہے۔ كِتَٰبٌ أُحۡكِمَتۡ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتۡ۔(ھود:1) کہ اس میں اسی تیسیر کی طرف اشارہ ہے۔

مولانا اصلاحی کے مطابق قرآن کریم کے مضامین کا مختلف متنوع شکلوں میں بیان ہونا تیسیر ہے تاکہ کسی نہ کسی دلیل اور صورت میں قرآن کی سمجھ آسانی سے ہو جائے اس بات کا محل استدلال یہ آیت کریمہ ہے۔ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ ٱلۡأٓيَٰتِ۔ (الاعراف:58)

(1) مودودی، سید ابو الاعلیٰ، (1980ء)، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔ ج5، ص234-235

(2) اصلاحی، امین احسن، (2000ء)، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور۔ ج8، ص100-101

مولانا اصلاحی کے نزدیک تیسیر کا ایک معنی قرآن میں مکی اور مدنی سورتوں کا سات منزلوں پر مشتمل ہونا بھی ہے۔ان کا محل استدلال یہ آیات ہیں: كِتَـٰبًا مُّتَشَـٰبِهًا مَّثَانِيَ۔(الزمر:23)اور وَلَقَدْ ءَاتَيْنَـٰكَ سَبْعًا مِّنَ ٱلْمَثَانِي وَٱلْقُرْءَانَ ٱلْعَظِيمَ (الحجرات:87)۔ان کے نزدیک ترتیب کا یہ اہتمام اللہ تعالیٰ نے تیسیر ہی کے مقصد سے اختیار فرمایا ہے(1)۔

مولانا امین احسن اصلاحی نے مزید لکھا ہے:

"ارباب تاویل نے یسرنا کا مفہوم مختلف لفظوں سے ادا کیا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ھوناہ ہم نے اس کو آسان کردیا۔ابن زید فرماتے ہیں: بیناہ ہم نے اس کو کھول دیا ہے۔ ہمارے اردو مترجمین اس کا ترجمہ کرتے ہیں ہم نے آسان بنادیا۔ لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ ان تمام تعبیروں میں سے کوئی تعبیر بھی ایسی نہیں ہے جو اس لفظ کی صحیح روح کو پیش کرتی ہو اور جس سے اس لفظ کے تمام اطراف وجوانب روشنی میں آجاتے ہوں۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان سے لفظ کا مفہوم ایک حد تک ادا کردیا گیا ہے۔"

مولانا اصلاحی کے مطابق لغت میں یسر کا معنی نرمی اور فرمانبرداری کے ہیں۔تیسیر اسی سے ہے جو کسی شے کو کسی مقصد کے لیے بالکل موزوں، صالح، موافق اور سازگار بنالینے کے معانی میں ہے۔ جیسے گھوڑے کو زین، رکاب اور لگام سے آراستہ کر کے سواری کے لیے بالکل تیار کرنا یسر الفرس ہے۔

یعنی کسی چیز کو کسی کام یا مقصد کے لیے اس قدر سازگار اور مناسب بنالیا جائے کہ اگر کوئی شخص اس سے وہ مقصد حاصل کرنا چاہے تو بہتر سے بہتر طریقہ حاصل کرسکے یہاں تک کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے اس سے زیادہ قریبی اور آسان راہ کوئی دوسری نہ باقی رہ جائے۔(2)

وہ قرآن کریم کے سہل ہونے کا معنی بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

معرفت و حکمت کے تمام اسرار اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت کے اندر ودیعت فرمادیے ہیں لیکن ہم یا تو ان کو بھولے ہوئے ہیں یا وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ان کو حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ ہم ان کو یاد کرنے اور حفظ کے سامنے لانے کی کوشش کریں۔اس کام میں ہماری مدد اور رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبعوث فرمائے اور کتابیں نازل فرمائیں اور پھر سب سے آخر میں قرآن مجید کو اتارا جو اس مقصد یاددہانی کے لیے سب سے زیادہ موزوں

(1)اصلاحی،امین احسن،(2000ء)،تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن،لاہور۔ج8،ص100-101

(2)اصلاحی،امین احسن،(1991ء)،مبادی تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن،لاہور۔ص:131-133

اور سب سے زیادہ کار آمد اور تمام کتابوں میں آخری کتاب ہے۔اس اعتبار سے قرآن مجید بلاشبہ نہایت آسان کتاب ہے۔علم وحکمت کی بلندیوں تک پہنچنے کا اس سے زیادہ سہل اور آسان راستہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔سب سے زیادہ مامون راہ یہی ہے۔دوسری راہوں میں گمراہیاں ہیں، فتنے ہیں، دشوار گزار گھاٹیاں، ناقابل عبور سمندر، ہولناک بیابان اور صحراہیں مگر قرآن مجید کی راہ بالکل بے خطر ہے۔اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کھولی ہوئی راہ یہی ہے۔اس وجہ سے اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔یہ صراط مستقیم ہے۔یہ دین قیم ہے اور انسانی اور شیطانی تصرفات اس کی سدھائی کو کج نہیں کر سکے ہیں۔جو اس راہ کو اختیار کرے گا وہ خدا تک پہنچے گا۔مگر اس کے معنی ہر گز یہ نہیں ہیں کہ اس راہ کے رہرو کو قطعِ مسافت اور زاد وراحلہ کی تمام زحمتوں سے بھی سبکدوش حاصل ہو جاتی ہو اور وہ بغیر ایک قدم چلے اور بغیر کوئی تکلیف اٹھائے آپ سے آپ منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہو۔کل تک سمندروں میں بادبانی کشتیاں چلتی تھیں اور سمندر کا سفر کرنے والے جان کی بازی کھیل کر یہ سفر کرتے تھے۔اب ان کی جگہ دخانی جہازات نے لے لی ہے جن کی وجہ سے بحری سفر کی بے پایاں مشکلات ایک بڑی حد تک قابو میں آگئی ہیں۔لیکن سمندر پھر بھی سمندر ہی رہا، خشکی نہیں بن گیا ہے۔یہی حال ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا بھی ہے۔قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے ہم خدا کی معرفت کے سمندر کو گویا بادبانی کشتیوں کے ذریعہ سے طے کرتے تھے اور اس سفر میں بے شمار خطرات اور بے شمار آفتوں سے دوچار ہوتے تھے، لیکن قرآن مجید کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے اس سمندر کے لیے وہ سفینہ بھیج دیا جو تکمیل کار کا بالکل آخری نمونہ ہے۔اس نے تمام براعظموں کی سرحدیں ملادیں، سمندر کی تمام ہولناکیاں مسخر کرلیں، موجوں، طوفانوں اور برف کی چٹانوں کو زیر کرلیا۔یہ سب کچھ ہوا لیکن سمندر پھر بھی سمندر ہی رہا، اپنے مکان کا صحن نہیں بن گیا ہے۔(1)

سلف کا طریقہ تفسیر

مولانا امین احسن اصلاحی نے وجوہ تفسیر کی تحقیقی بحث کے بعد مندرجہ بالا عنوان سے سلف کے طریقہ تفسیر کے بارے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی قرآن سے تفسیر کے بعد اگر مفسرین کو کوئی مشکل پیش آتی تو وہ اس کا حل رسول اللہ ﷺ کے احادیث مبارکہ اور سنت سے تلاش کرتے، اس کے بعد بھی اگر معاملہ کا کوئی گوشہ محتاج توضیح رہ جاتا تو اس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار واقوال سے مدد لیتے کیونکہ قرآن مجید جن لوگوں کے حالات وواقعات پر اترا اور جن کو اس نے سب سے پہلے مخاطب کیا

(1)مبادی تدبر قرآن، ص:135-136

وہ قرآن مجید کے اسرار و حکم اور اس کے رموز و حقائق کو جس خوبی کے ساتھ سمجھ سکتے تھے اس خوبی کے ساتھ دوسرے لوگ جن کو وہ حالات میسر نہیں ہیں، کسی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ علامہ سیوطی تفسیر کا یہ طریقہ بتاتے ہیں:

"علماء نے کہا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی تفسیر کرنا چاہے وہ قرآن مجید سے تفسیر کرے۔ اس میں جو چیز ایک جگہ مجمل ہے دوسری جگہ اس کی تفسیر کر دی گئی ہے اور جو بات ایک جگہ مختصر ہے دوسرے مقام پر بالکل مفصل ہے۔ ابن جوزی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں قرآن کی ان تمام مجمل اور مفصل آیات کو جمع کیا ہے۔ میں نے خود مجمل کے بیان میں اس کی بعض مثالوں کی طرف اشارہ کیا ہے اگر کہیں اس میں کامیابی نہ ہو۔ یعنی قرآن کی تفسیر خود قرآن سے نہ ہو سکے۔ تو سنت میں اس کی تفسیر تلاش کرے کیونکہ سنت قرآن کی شارح اور مفسر ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام فیصلے قرآن مجید سے مستنبط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ہم نے یہ کتاب تم پر حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسی کے مثل اس کے ساتھ یعنی سنت، پس اگر سنت میں بھی نہ پائے تو صحابہ کے اقوال کی طرف متوجہ ہوں اس کے سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے نزول قرآن کے وقت تمام قرآئن و حالات کا خود مشاہدہ کیا ہے، نیز فہم کامل اور علم صحیح و عمل صالح سے بھی آراستہ تھے۔"(1)

یہ طریقۂ تفسیر عین عقل و شعور اور فطرت کے مطابق ہے۔ اصل چیز قرآن کے الفاظ اور قرآن مجید کی اپنی توضیحات ہیں۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اور تیسرا درجہ اقوال صحابہ کا ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جو لوگ حضور ﷺ کی تشریحات اور صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں قرآن مجید کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ قرآن کے الفاظ کی حکمت باطل نہیں کرنا چاہتے ہم نے اوپر جو قول نقل کیا ہے اس میں تفسیر کے لیے اصل الاصول خود قرآن مجید کے الفاظ اور اس کی توضیحات ہی کو قرار دیا گیا ہے کہ القرآن یفسر بعضہ بعضا اں اگر کوئی بات ایسی ہے جو خود قرآن مجید سے صاف نہیں ہو رہی تو اس کے لیے آدمی کہاں جائے؟ ایک آزاد خیال آدمی بھی اس سوال کا جواب یہی دے گا

(1) سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن، (1996م)، الإتقان في علوم القرآن، بیروت، لبنان. دارالفکر. ج2، ص175-176

کہ ایسی مشکلات میں بہترین رہنمائی سنت رسول اور اقوال صحابہ کی رہنمائی ہی سے ہو سکتی ہے اس لیے کہ جس پر قرآن اترا اور جن لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لیے اترا وہ اس کو جس قدر بہتر سمجھ سکتے ہیں، دوسرے اس قدر بہتر نہیں سمجھ سکتے۔(1)

(12) معروف مفسر مولانا احمد یار خان نعیمی رقم طراز ہیں:

"دنیا کے تمام دنیوی اور دین کی تمام کتابوں میں اسلام اور قرآن مجید شروع سے ہی بہت آسان ہے۔ اس کے احکام قانون عبادات، ہدایات بہت ہی آسان ہیں اس پر عمل کرنا نہایت سہل ہے۔ یہ آسانیاں نہ پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ادیان میں تھیں نہ کسی باطل دنیوی دین میں لہذا بعض احمقوں کا کہنا ہے کہ اسلام میں تنگیاں ہیں یا مولویوں نے تنگیاں پیدا کر دی ہیں یا اسلامی سزاؤں حدود و تعزیرات کو معاذ اللہ وحشیانہ سزا کہنا یہ سب باتیں کفریہ گستاخانہ غلطیاں احمقانہ لغزشیں ہیں اسی طرح حقوق نسواں یا حقوق فلاں حقوق فلاں کی آڑ لے کر مزید آزادیوں سہولتوں کے مطالبے شیطانی حرکتیں ہیں۔ اسلام قرآن، حدیث و فقہ میں پہلے ہی اتنے آسان مسائل ہیں کہ اب مزید کسی آسانی و سہولت کی کسی اہل ایمان کے لیے نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اسی لیے ایسے بیہودہ شیطانی مطالبے کوئی مومن مسلمان نہیں کر سکتا۔"(2)

(13) ماضی قریب کے معروف عالم دین علامہ غلام رسول سعیدی جنہوں نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی اردو شرح بھی لکھی ہے، نے تبیان القرآن کے عنوان سے قرآن کریم کی اردو تفسیر بھی لکھی ہے۔ مذکورہ آیت یسر کی تفسیر میں ان کے بیان کردہ نکات درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید کے آسان ہونے کا مطلب

سورۃ القمر 17 میں فرمایا اور بے شک ہم نے حصولِ نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔

اس کا مفہوم یہ ہے: ہم نے قرآن حکیم کو حفظ کے لیے آسان بنا دیا ہے، دنیا کی کسی کتاب کو حفظ کرنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان ہے۔

---

(1) اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر قرآن، ص:162-165

(2) نعیمی، احمد یار خان، (دون السنۃ)، تفسیر نعیمی، نعیمی کتب خانہ، گجرات۔ ج16، ص421

ایک دفعہ پنڈت رام چند نعیم الدین مراد آبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا: مجھے تمہارے ''قرآن مجید'' کے چودہ پارے حفظ ہیں، تم بتاؤ تمہیں ہمارا ''وید'' کتنا حفظ ہے؟ حضرت نے کہا: دوبارہ یہ بات نہ کہنا ورنہ بہت ذلیل ہوگے، اس نے کہا: تم باتیں نہ بناؤ اگر ''وید'' یاد ہے تو سناؤ، حضرت نے فرمایا: یہ تو میرے ''قرآن'' کا کمال اور اعجاز ہے کہ دشمن کے سینہ میں بھی چلا گیا اور یہ تمہارے ''وید'' کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی ''وید'' اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں ''قرآن'' حفظ ہے یہ جواب سن کر پنڈت مبہوت ہوکر چلا گیا۔ اسی طرح ''تورات، زبور'' اور ''انجیل'' آسمانی کتابیں ہیں لیکن دنیا میں ان میں سے کسی آسمانی کتاب کا کوئی حافظ نہیں ہے۔ یہ صرف ''قرآن مجید'' کا اعجاز ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں اس کے بے شمار حافظ موجود ہیں۔

اِس آیت کا دوسرا محمَل یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے حصولِ نصیحت کو بہت آسان کردیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں حکمت اور نصیحت کے بہت نکات ہیں (1)۔

(14) مولانا نعیم تفسیر انوار القرآن میں لکھتے ہیں

یَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ میں ذکر سے مراد نصیحت و موعظت ہے۔ لیکن اس آیت یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید سے استخراج احکام اور مسائل کا اِستنباط بھی سہل ہو کہ ہر کس و ناکس اجتہاد کرنے لگے یہ کام خواص اور مجتہدین امت کا ہے اور سعید بن جبیر یسر سے مراد اختصار کلام اور شیر نیت الفاظ لیتے ہیں اور للذکر سے اگر حفظ کرنا لیا جائے تو یہ قرآن کی خصوصیت ہوگی کہ بچہ بچہ اس کو یاد کرلیتا ہے۔ انہوں نے قرآن کے آسان ہونے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کے نصیحت و موعظت اور ترغیب و ترہیب سے متعلق مضامین سہل و آسان اور موثر ہیں لیکن یہ کوئی سطحی کتاب نہیں ہے کہ ہر کوئی اسے تختہ مشق بنائے اور استنباط واستخراج کی سعی ناتمام کرے۔ اس میں حقائق و دقائق اور غوامض بھی ہیں، اسرار و حکم بھی ہیں جنہیں سمجھنے کے لیے علم و حکمت اور عربی لغت سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ اس کی تفسیر وہی شخص کر سکتا ہے جو حدیث و فقہ سے بھی واقف ہو۔ ہاں یہ آسان ہے لیکن موعظت و نصیحت کے اعتبار سے۔ یہ سرکش اقوام کو عذاب دینے جیسے طریقہ سے زیادہ آسان ہے۔

مولانا نعیم کے مطابق بھلا یہ کیسے فرض کرلیا جائے کہ اللہ علیم و خبیر جب اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے تو العیاذ باللہ وہ لامتناہی علم سے یکسر کورا ہو جاتا ہے۔ یقیناً اس کے کلام میں وہ گہرے حقائق اور باریکیاں ہوں گی جس کا ہلکا سا اشارہ حدیث لا تنقضی عجائبہ میں ہے اور واقعہ یہ ہے کہ کلام الملوك ملوك الكلام کی خصوصیت پیش نظر وہ خصوصیات دوسرے کے

(1) سعیدی، غلام رسول، (2006ء)، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور۔ ج 11، ص 585

کالم میں کہاں مل سکتی ہیں۔ فقہاء اور حکماء اسلام نے اس کے دقائق واسرار کے سراغ لگانے میں اور احکام شریعت مستنبط کرنے میں عمریں کھپادیں ہیں مگر ناپید کنار اسمندر ک تہہ تک پھر بھی نہ پہنچ سکے، اور نارسائی کا غم کرتے رہے۔

اس لیے محض ایسی آیات وروایات پر سرسری نظر سے مجتہد بننے کی ہوس کرنا قطعاً غلط ہے۔ قرآن کے نصیحت میں موثر اور سہل ہونے سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ وجوہ استنباط بھی آسان ہیں اور یہ جملہ کئی قصوں میں دہرایا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہر واقعہ بجائے کو ددرس عبرت ہے آیت میں الاذکر کی قید آسان ہونے کا مطلب بتلارہی ہے(1)۔

(16) صوفی عبدالحمید سواتی کی رائے میں یسر کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات سے ایک عام عقل وفہم رکھنے والا آدمی بھی مستفید ہو سکتا ہے اور اس کے احکامات پر عمل کر سکتا ہے اگرچہ اجتہاد واستنباط کے اعتبار سے کتابِ الٰہی نہایت گہرائی کی حامل ہے۔ اس کی تفسیر ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ اس کے سخت اصول وضوابط ہیں۔ علوم وفنون میں مہارت بھی ضروری ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے شاہ ولی اللہ کی رائے بھی نقل کی ہے کہ عمل، اخلاق اور نصیحت حاصل کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید نہایت آسان ہے۔(2)

حاصل بحث

دنیا کے تمام مذہبی کتابوں میں قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جو لفظ بہ لفظ ہو بہو موجود اور محفوظ ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل دنیوی واُخروی فوز وفلاح اور نجات کا باعث ہے۔ مسلمانوں کے لیے زندگی سنوارنے کی ہدایت اور رہنمائی اسی میں مضمر ہے۔ قرآن مجید اپنے مفاہیم میں آسان اور سہل ہے، لیکن یہ اُصولِ یُسر لامحدود اور کسی قاعدہ اور ضابطہ کے بغیر نہیں۔ قرآن کریم ایک اعتبار سے آسان و سہل ہے لیکن مسائل کے استنباط اور احکام کے استخراج کے اعتبار سے یہ متعلقہ علم وفن میں مہارت کا متقاضی ہے۔ ائمہ اسلام اور علوم القرآن کے ماہر اہل علم نے تیسیر قرآن کے بارے شافی تحقیق کی ہے، جس کا ذکر اس آرٹیکل میں کر دیا گیا ہے۔ لہذا قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر کرتے ہوئے ان اُصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ محض لغت میں مہارت یا مقامی و قومی زبان میں ترجمہ یاد کر کے کوئی یہ سمجھے کہ وہ مجتہدانہ کردار ادا کر سکتا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

---

(1) نعیم، مولانا، (دون السنۃ)، تفسیر انوار القرآن، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔ ج11، ص17، 30-31۔

(2) سواتی، عبدالحمید سواتی، (2005ء)، معالم العرفان فی دروس القرآن، مکتبہ دورس القرآن، گوجرانوالہ۔ ج17، ص451-452۔